سورۃ الانفطار

آیاتہا ۱۹ ۔ ۸۲ سورۃ الانفطار مکیۃ ۸۲ ۔ رکوعہا ۱

تمام علماء کے نزدیک یہ سورت مکی ہے۔ اس کی انیس آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝۱ وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝۲ وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝۳ وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝۴ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ ۝۵

''جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب ستارے بکھر جائیں گے اور جب سمندر بہنے لگیں گے اور جب قبریں زیرو زبر کردی جائیں گی (اس وقت) جان لے گا ہر شخص جو (اعمال) اس نے آگے بھیجے تھے اور جو (اثرات) وہ پیچھے چھوڑ آیا تھا''۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝ جب آسمان اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھٹ جائے گا تاکہ فرشتے اتریں۔ یہ آیت اس آیت کی طرح ہے وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ۝ (الفرقان) جس روز آسمان بادل کی صورت میں پھٹ جائے گا اور فرشتے نازل ہوں گے۔ ایک قول یہ کیا گیا: وہ اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے پھٹ جائے گا۔ فطر کا معنی پھاڑنا ہے یوں جملہ بولا جاتا ہے: فطرتُه فانفطرَ میں نے اسے پھاڑا تو وہ پھٹ گیا۔ اس معنی میں فطرنا البعیر ہے ھو بعیر فاطر۔ ایسا اونٹ جس کی ناب نکل آئی ہے تفطر الشیٔ شئی پھٹ گئی۔ سیف فطار جس میں پھٹنیں ہوں۔

عنترہ نے کہا:

وسیفی کالعقیقۃِ وھو کمعی سِلاحِی لا أفلّ ولا فطارا

میری تلوار چمکدار ہے وہ میری ساتھی ہے میرے اسلحہ میں نہ دندانے ہیں نہ پھٹنیں۔

یہ بحث پہلے کئی دفعہ گزر چکی ہے۔

وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝ ٹوٹ گریں گے یوں جملہ بولا جاتا ہے: نثرت الشیٔ انثرہ نثرا فانتثر میں نے اسے گرایا تو وہ گر گیا۔ اس کا اسم نثار ہے نثارا سے کہتے ہیں جو کسی شئی سے گرے وُز منذ کثرت کی وجہ سے اسے مشدد پڑھا۔

وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝ سمندروں کو ایک دوسرے کی طرف کھول دیا جائے گا تو وہ ایک سمندر بن جائے گا۔ حضرت حسن بصری نے کہا: ان کا پانی جاتا رہے گا اور وہ خشک ہو جائیں گے (1) اس کی وجہ یہ ہے پہلے وہ ایک جگہ کھڑا اور مجتمع ہوگا

1۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 263

جب انہیں کھولا جائے گا تو وہ بکھر جائے گا اور اس کا پانی ختم ہو جائے گا: یہ تمام امور قیامت سے پہلے ہوں گے۔

وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝ جب قبروں کو الٹ دیا جائے گا اور اس میں جو مردے ہیں انہیں زندہ کر کے نکالا جائے گا یہ جملہ بولا جاتا ہے: بعثرت المتاع میں نے سامان کو الٹ پلٹ کر دیا۔ بعثرت الحوض وبحثرته جب تو اسے گرا دے اور اس کے نیچے والا حصہ اوپر کر دے۔ ایک قوم نے کہا جن میں سے فراء بھی ہے: معنی ہے زمین میں جو سونا اور چاندی ہوگی اسے نکال دے گی یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ زمین اپنا سونا اور چاندی باہر نکال دے گی (1)۔

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ ۝ اس روز انسان کو وہ کچھ بتایا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا یا پیچھے چھوڑا۔ یہ اَلسَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝ کا جواب ہے کیونکہ یہ حضرت بصری کے قول کے مطابق قسم ہے جو عَلِمَتْ نَفْسٌ پر واقع ہو رہی ہے یعنی جب قیامت کی نشانیوں میں سے یہ امور ظاہر ہوں گے تو ہر نفس نے جو کچھ کیا ہوگا اس کو جان لے گا کیونکہ اس کے بعد کا عمل اسے کوئی نفع نہیں دے گا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: جب یہ اشیاء تحقق ہو جائیں گی تو قیامت برپا ہو جائے گی تو ہر نفس نے جو کچھ کیا ہوگا اس پر اس کا محاسبہ ہوگا اور اس کی کتاب اس کے دائیں یا بائیں ہاتھ میں دی جائے گی تو اس کے پڑھنے کے موقع پر اسے اپنے تمام اعمال یاد آ جائیں گے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ خبر ہے قسم نہیں۔ یہی صحیح ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ ۝ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ ۝

"اے انسان! کس چیز نے تجھے دھوکے میں رکھا اپنے رب کریم کے بارے میں جس نے تجھے پیدا کیا پھر تیرے (اعضاء کو) درست کیا پھر تیرے (عناصر کو) معتدل بنایا (الغرض) جس شکل میں چاہا تجھے ترکیب دے دیا۔ یہ سچ ہے بلکہ تم جھٹلاتے ہو روز جزا کو"۔

یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ ۝ دوبارہ اٹھائے جانے کا جس نے انکار کیا انہیں خطاب فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انسان سے یہاں مراد ولید بن مغیرہ ہے۔ عکرمہ نے کہا: اس سے مراد ابی بن خلف ہے (2)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ ابو الاشد بن کلدہ کے حق میں نازل ہوئی (3)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ سے مراد ہے کس چیز نے تجھے دھوکے میں ڈالا یہاں تک کہ تو نے کفر کیا اس ذات کے ساتھ جو تجھ سے درگزر فرمانے والی ہے۔ قتادہ نے کہا: وہ شیطان جو انسان پر مسلط ہوتا ہے اس نے اسے دھوکے میں ڈالا (4)۔ حضرت حسن بصری نے کہا: خبیث شیطان نے اسے دھوکے میں ڈالا (5)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اسے بے وقوف اور جاہل بنا دیا (6)۔ حضرت حسن بصری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہی روایت نقل کی ہے غالب حنفی نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کو تلاوت کیا فرمایا: اسے جہالت نے دھوکے میں ڈالا۔ صالح بن مسمار نے کہا: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 221 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً 5۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 263 6۔ ایضاً

آیت کی تلاوت کی تو فرمایا: ''اس کی جہالت نے اسے دھوکے میں ڈالا''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ اسی طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝ (الاحزاب) ایک قول یہ کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ کی معافی نے اسے دھوکے میں ڈالا کیونکہ پہلے جرم پر ہی اس سزا نہ دی (1)۔ ابراہیم بن اشعث نے کہا فضیل بن عیاض سے کہا گیا: اگر اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے روز اپنے سامنے کھڑا کرے اور تجھ سے فرمائے: تیرے کریم رب کے بارے میں تجھے کس نے دھوکہ میں ڈالا (2)؟ تو آپ کیا جواب دیں گے؟ جواب دیا: میں کہوں گا تیرے حجابات نے مجھے دھوکہ میں ڈالا کیونکہ یہی ستار ہے۔

ابن سماک نے اسے یوں نظم کیا ہے فرمایا:

یاکاتم الذنب أما تستحیی واللهُ فی الخلْوة ثانیكَ

غرّكَ من ربك إمهالُه وستْرُهٗ طولَ مَساویكَ

اے گناہوں کو چھپانے والے! کیا تو حیا نہیں کرتا جبکہ خلوت میں اللہ تیرا ثانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ڈھیل اور اس کی پردہ پوشی نے تجھے تیرے گناہوں کے بارے میں دھوکہ میں ڈالے رکھا۔

حضرت ذوالنون مصری نے کہا: پردہ کے نیچے کتنے ہی مغرور ہیں جبکہ انہیں شعور نہیں۔

حضرت علی شیر خدا کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے ایک غلام کو کئی بار بلایا اس نے کوئی جواب نہ دیا دیکھا تو وہ دروازے کے پاس کھڑا تھا پوچھا: کیا وجہ ہے تو نے مجھے جواب نہیں دیا؟ اس نے عرض کی: مجھے آپ کے حلم پر اعتماد تھا اور آپ کی سزا سے میں امن میں تھا۔ حضرت علی شیر خدا نے اس کے جواب کو پسند کیا اور اسے آزاد کر دیا۔ لوگ کہتے ہیں: اس کا معنی ہے کس چیز نے تجھے دھوکہ میں ڈالا یہاں تک کہ جو چیز تم پر واجب تھی اس کو بھی پس پشت ڈال دیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ تنہائی میں ملے گا اور پوچھے گا: اے ابن آدم! کس چیز نے تجھے میرے بارے میں دھوکہ میں ڈالا۔ اے ابن آدم! جو تجھے علم تھا اس کے بارے میں تو نے کیا عمل کیا؟ اے انسان! تو نے رسولوں کو کیا جواب دیا۔

الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝ ایک نطفہ سے تیری خلقت کو مقدر کیا، تجھے تیری ماں کے پیٹ میں درست کیا، تیرے لیے دو ہاتھ، دو پاؤں، دو آنکھیں اور باقی اعضاء بنائے، تجھے معتدل اور مناسب ڈھانچے والا بنایا جس طرح یہ جملہ بولا جاتا ہے: ھذا شئی معدل یہ چیز موزوں ہے۔ یہی عام قراء کی قراءت ہے؛ یہ ابو عبید اور ابو حاتم کا پسندیدہ نقطہ نظر ہے۔ فراء نے کہا: ابو عبید کہا کرتے تھے اس تعبیر پر اللہ تعالیٰ کا فرمان لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ (التین) دلالت کرتا ہے ہم نے انسان کو حسین پیکر میں بنایا۔ کوفہ کے قراء، عاصم، حمزہ اور کسائی نے اسے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے یعنی جس صورت میں چاہا اسے پھیر دیا خوبصورت، بدصورت، لمبا، چھوٹا۔ موسیٰ بن علی بن ابی رباح لخمی نے اپنے باپ سے وہ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب نطفہ رحم میں قرار پکڑ لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس نطفہ کے اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان جو جو نسب ہوتا ہے اسے حاضر کرتا ہے کیا تو نے اس آیت کو نہیں پڑھا فِیْۤ اَیِّ

1۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 532

2۔ ایضاً

صُوۡرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝ "یعنی تیرے اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان جو صورتیں تھیں ان میں سے جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دیا"(1)۔

عکرمہ اور ابو صالح نے کہا: اگر انسان کی صورت میں چاہا، اگر گدھے کی صورت میں چاہا، اگر بندر کی صورت میں چاہا اور اگر خنزیر کی صورت میں چاہا۔ مکحول نے کہا: اگر مذکر چاہا تو مذکر اگر مونث چاہا تو مونث۔

مجاہد نے کہا: باپ یا ماں یا چچا یا ماموں یا کسی اور میں سے جس صورت میں چاہا تجھے بنایا۔ فی حرف جار رَكَّبَكَ کے متعلق ہے عدلت کے متعلق نہیں یہ اس کی قراءت میں ہے جس نے اس میں تخفیف کے ساتھ قراءت کی کیونکہ تو کہتا ہے: عدلت الی کذا تو یہ نہیں کہتا: عدلت فی کذا اسی وجہ سے فراء نے تخفیف سے منع کیا ہے کیونکہ انہوں نے فی حرف جار کو عدلت کے متعلق کیا ہے۔ ما کے بارے میں جائز ہے کہ یہ تاکید کے لیے ہو کلام یوں ہو فی أي صورة شاء ركبك۔ یہ بھی جائز ہے کہ فاء شرطیہ ہو کلام یوں ہو گی ان شاء ركبك اگر چاہے تو تجھے انسان کی صورت کے علاوہ کسی اور صورت میں جیسے بندر، گدھے اور خنزیر کی صورت میں بنادے۔ پس فاء شرط و جزا کے معنی میں ہو گا یعنی جس صورت میں ترکیب دینا چاہے گا ترکیب دے گا۔

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝ یہ بھی جائز ہے کہ كَلَّا حق کے معنی میں ہو تو اس سے کلام کا آغاز ہو گا۔ یہ بھی جائز ہے کہ یہ لا کے معنی میں ہو پھر معنی بنے گا معاملہ اس طرح نہیں جس طرح تم کہتے ہو کہ تم غیر اللہ کی عبادت میں حق پر ہو اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝ دلالت کرتا ہے: فراء بھی یہی کہتا ہے۔ معنی یہ ہو گا بات اس طرح نہیں جس طرح تجھے دھوکے میں رکھا گیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: معاملہ اس طرح نہیں جس طرح تم کہتے ہو کہ دوبارہ اٹھانا نہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ جھڑکنے کے معنی میں ہے یعنی تم اللہ تعالیٰ کے حکم اور کرم سے دھوکہ میں مبتلا نہ ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کی آیات میں تفکر چھوڑ دو۔

ابن انباری نے کہا: الدین اور رَكَّبَكَ پر وقف عمدہ ہے اور كَلَّا پر عطف قبیح ہے۔

بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝ اے اہل مکہ تم حساب کو جھٹلاتے ہو بَلْ ماقبل شئی کی نفی اور دوسری چیز کو ثابت کرنے کے لیے ہوتی ہے ان کا دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار یہ تو معلوم تھا اگرچہ اس سورت میں اس کا ذکر نہیں ہوا۔

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝

"حالانکہ تم پر (نگراں) فرشتے مقرر ہیں جو معزز ہیں (حرف بحرف) لکھنے والے ہیں جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو"۔

یعنی فرشتوں میں نگہبان ہیں وہ بڑے معزز ہیں یہ اسی طرح ہے جس طرح یہ فرمایا: كِرَامٍۢ بَرَرَةٍ ۝ (عبس) معزز، نیک ہیں۔

یہاں تین مسائل ہیں:

1۔ کنز العمال، جلد 2، صفحہ 548-547، حدیث 4695

کراماً کاتبین کس حالت میں بندے سے جدا ہوتے ہیں

مسئلہ نمبر 1۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے "کراماً کاتبین کی عزت کیا کرو وہ دو حالتوں کے سواتم سے الگ نہیں ہوتے (۱) قضائے حاجت (۲) حقوق زوجیت جب تم میں سے کوئی ایک غسل کرے تو وہ دیوار یا کسی چیز سے پردہ کرے یا اس کا بھائی اس کا پردہ کرے" حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: فرشتہ بندہ سے رخ پھیرے رہتا ہے جب تک اس کی شرمگاہ ننگی ہو۔ روایت بیان کی گئی ہے: "بندہ جب حمام میں بغیر چادر کے داخل ہوتا ہے تو دو فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں"۔

کیا کافروں پر بھی فرشتے مقرر ہیں؟

مسئلہ نمبر 2۔ علماء نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ کافروں پر بھی فرشتے ہوتے ہیں یا نہیں۔ بعض نے کہا: نہیں ہوتے کیونکہ ان کا امر ظاہر ہوتا ہے اور عمل بھی ایک ہی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيْمٰهُمْ** (الرحمن) مجرموں کو ان کے چہروں سے پہچان لیا جائے گا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ان پر حفظہ ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۙ وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ** ایک اور جگہ فرمایا: **وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ** (حاقہ: 25) رہا وہ شخص جس کو نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا۔ فرمایا: **وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ** (الانشقاق) رہا وہ شخص جس کو اس کا نامہ اعمال پشت کے پیچھے سے دیا گیا اس کی خبر دی کہ کفار کے لیے بھی کاتب ہوں گے اور ان پر نگہبان ہوں گے۔ اگر یہ سوال کیا جائے: جو فرشتہ اس کے دائیں کندھے پر ہے وہ کیا چیز لکھے گا جبکہ اس کی تو کوئی نیکی نہیں؟ اسے جواب دیا جائے گا: جو بائیں کندھے پر فرشتہ ہے وہ اپنے ساتھی کی اجازت سے لکھے گا پس وہ اس پر گواہ ہوگا اگرچہ وہ خود نہیں لکھے گا۔

فرشتے کو انسان کی نیکی اور برائی کے ارادے کا کیسے پتہ چلتا ہے؟

مسئلہ نمبر 3۔ سفیان سے پوچھا گیا: فرشتوں کو کیسے علم ہوتا ہے کہ بندے نے نیکی یا برائی کا ارادہ کیا ہے؟ کہا: جب بندہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس سے کستوری کی خوشبو پاتے ہیں اور جب وہ کسی برائی کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس سے بدبو پاتے ہیں سورۂ ق میں **مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ** (ق) کے ضمن میں مفصل بحث گزر چکی ہے۔ علماء نے قضائے حاجت اور حقوق زوجیت کے وقت گفتگو کو مکروہ جانا ہے کیونکہ اس وقت فرشتے بندے سے الگ ہوتے ہیں اس بارے میں گفتگو سورۂ آل عمران میں گزر چکی ہے۔

حضرت حسن بصری سے مروی ہے: تمہارے اعمال میں سے کوئی چیز ان پر مخفی نہیں ہوتی (1)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: تمہارے ظاہر اعمال کو جانتے ہیں جو تمہارے دلوں کی باتیں ہیں انہیں نہیں جانتے۔ واللہ اعلم۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۚ وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۚ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ

1۔ تفسیر حسن بصری، جلد 6، صفحہ 264

وَ مَا هُمْ عَنْهَا بِغَآىِٕبِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۱۸﴾ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ؕ وَ الْاَمْرُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾

''بے شک نیک لوگ عیش و آرام میں ہوں گے۔ اور یقیناً بدکار جہنم میں ہوں گے۔ داخل ہوں گے اس میں قیامت کے روز اور وہ اس سے غائب نہ ہو سکیں گے۔ اور آپ کو کیا علم کہ روز جزا کیا ہے، پھر آپ کو کیا علم کہ روز جزا کیا ہے۔ (یہ وہ دن ہوگا) جس روز کسی کے لیے کچھ کرنا کسی کے بس میں نہ ہوگا اور سارا حکم اس روز اللہ ہی کا ہوگا''۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ﴿۱۴﴾ یہ اسی طرح تقسیم ہے جس طرح یہ تقسیم ہے فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ﴿۷﴾ (الشوری) ایک جماعت جنت میں ہوگی اور ایک جماعت جہنم میں ہوگی۔ اسی طرح اس ارشاد میں فرمایا: يَوْمَىِٕذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾ (الروم) فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (البقرہ: 26)

يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۱۵﴾ انہیں جہنم کی لپک اور گرمی پہنچے گی يَوْمَ الدِّيْنِ سے مراد یوم جزا ہے اس کا ذکر مکرر کیا تا کہ اس کی عظمت شان کا اظہار ہو جس طرح اس ارشاد میں ہے: اَلْقَارِعَةُ ﴿۱﴾ مَا الْقَارِعَةُ ﴿۲﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ﴿۳﴾ (قارعہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: قرآن حکیم نے جہاں بھی وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے ان امور سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کر دیا اور قرآن حکیم میں جہاں بھی وما یدریک کے الفاظ ہیں تو وہ امور آپ سے مخفی رکھے گئے۔

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ ابن کثیر اور ابو عمرو نے يَوْمَ کو مرفوع پڑھا ہے کیونکہ یہ يَوْمُ الدِّيْنِ سے بدل ہے یا اسے پہلے یوم کی طرف لوٹا دیا گیا ہے تو اس صورت میں یہ يَوْمُ الدِّيْنِ کی صفت ہوگی۔ یہ بھی جائز ہے کہ ھو ضمیر کی وجہ سے مرفوع ہو (یعنی مبتدا اور خبر ہو) باقی قراء نے اسے منصوب پڑھا ہے کیونکہ یہ ہے تو رفع کے محل میں مگر نصب اس لیے دی گئی ہے کیونکہ یہ مبنی ہے اور مضاف ہے جس طرح تو کہتا ہے: اعجبنی یوم یقوم زید۔ مبرد نے کہا:

مِنْ أَيِّ يَوْمَيَّ مِنَ الموتِ أَفِرْ أَ يومَ لم يُقْدَرَ أم يومَ قُدِرْ

میں موت کے کون سے دن سے بھاگوں کیا اس دن سے جو مقدر نہیں یا جو مقدر کیا گیا ہے۔

دوسرے دونوں یوم کے الفاظ پہلے دونوں یوم کے الفاظ سے بدل ہیں مگر لفظ میں منصوب اس لیے ہیں کیونکہ دونوں جملہ کی طرف مضاف ہیں؛ یہ فراء اور زجاج کا پسندیدہ مسلک ہے۔ ایک قوم نے کہا: دوسرا یوم منسوب ہے گویا یہ فرمایا: فی یوم لا تملك نفس لنفس شیا۔ ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ ان کا معنی یہ ہے ان ھذہ الاشیاء تکون یوم یا اس کا یہ معنی ہے یدانون یوم کیونکہ لفظ دین اس پر دلالت کرتا ہے۔ اذ کر کی وجہ سے منصوب ہے

وَ الْاَمْرُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾ اس میں کوئی اللہ تعالیٰ سے جھگڑا نہیں کرے گا جس طرح یہ فرمایا: لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ (غافر) آج کس کی بادشاہت ہے اللہ واحد وقہار کی۔ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ (غافر: 17) آج ہر نفس کو اس کے عمل کا بدلہ دیا جائے گا آج کوئی ظلم نہیں ہوگا۔